بیوی کا مرتبہ

اسوۂ رسولؐ کی روشنی میں

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

ہجرت کے بعد کا زمانہ ہے۔ سرور کائناتؐ مدینہ منورہ میں رونق افروز ہیں۔ ایک بار چودہ شعبان کو شب میں بستر مبارک سے آہستہ سے اٹھتے ہیں۔ روایت بیان کرنے والی حضرت صدیقہؓ ہیں۔ وہ بھی وہیں آرام فرماتھیں۔ ردائے مبارک آہستہ سے اٹھاتے ہیں۔ حجرہ کا دروازہ آہستہ سے کھولتے ہیں اور چپکے سے قبرستان بقیع میں مومنین کے حق میں دعائے مغفرت کرنے تشریف لے جاتے ہیں۔ ام المومنینؓ روایت کرتی ہیں تو حضور انورؐ کی ہر جنبش کے لیے رویدا استعمال کرتی جاتی ہیں۔ قام رویدا اخذ رداء رویدا وغیرہ، معنی ''آہستہ'' کے ہیں۔ یہ اس وقت ہر عمل میں آخر آہستگی کا اہتمام کیوں؟

جواب دنیا سنے گی؟ شوہروں کو تمام تر خدائے مجازی اور بیویوں کو تمام تر باندی سمجھنے والی دنیا سنے گی؟ آہستگی کا اہتمام اس لیے اور محض اس لیے کہ پاس لیٹی ہوئی عائشہ صدیقہؓ کی راحت میں بلاضرورت خلل نہ پڑے! اللہ اکبر! آج بڑے بڑے نرم مزاج شوہروں میں بھی ہیں کوئی صاحب، رفیقہ حیات کی راحت و آسائش کا اس درجہ اہتمام رکھنے والے؟

جس نے اپنی ازدواجی زندگی اس معیار کے مطابق گزاردی، حق پہنچتا تھا اسی کو کہ کھلے لفظوں میں اعلان کرے اور دنیا میں پکار دے: ''خیرکم خیرکم لاھلہ و انا خیرکم لاھلی'' تم میں بہترین انسان وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہو، مجھے دیکھو میں اپنے گھر والوں میں بہتر ہوں (ترمذی ۔ ابن ماجہ)۔ یا پھر یہی پکار دوسرے لفظوں میں: ''خیارکم خیارکم لنساءھم'' (ابن ماجہ)۔ تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہو۔

نیکی اور بزرگی کا معیار آپ نے ملاحظہ فرمالیا؟ یہ نہیں کہ دفتروں اور کچہریوں میں، دوستوں کے مجمع میں، قومی جلسوں میں کون کیسا نظر آتا ہے بلکہ یہ کہ بیوی کے ساتھ برتاؤ کس کا نرم ہے۔ گھر کے

اندر صبر و تحمل کا ثبوت کون دیتا رہتا ہے اور جلوت میں نہیں خلوت میں کون کیسا ہے؟

سسرال جیل خانہ کا نام نہیں اور نہ لڑکی شادی کے بعد بیوی سے باندی بن جاتی ہے۔ آسان تھا کہ بجائے خطبہ نکاح میں تصریحات کے، محض اتنا کہہ کر لڑکی کا ہاتھ پکڑا دیا جاتا کہ "میاں لڑکی نہیں خدمت کو کنیز دی جارہی ہے۔" ان الفاظ سے دل، جو پہلے سے بھر آنے کے لیے تیار ہیں ضرور بھر آتے، لیکن حقیقت کی ترجمانی نہ ہوتی۔ اسلام میں بیوی کنیز نہیں ہوجاتی، بیوی ہی رہتی ہے، تو کیا سب سے بڑے حکیم اور سب سے بڑے حاکم کا یہ فرمان کسی مسلمان تک نہیں پہنچا ہے کہ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ؟ بہ صیغہ امر بطور حکم ارشاد ہو رہا ہے کہ بیوی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ حسن معاشرت قائم رکھو! قید کسی خاص حالت کی نہیں، جوانی میں بھی اور بڑھاپے میں بھی، وہ حسین و جمیل ہو تو، اور حسن و جمال ظاہری سے محروم ہو تو۔ ڈھیروں مال لے کر آئے جب بھی، اور خالی ہاتھ آئے جب بھی۔ عزت رکھتی ہے، شوہر کی آمدنی پر حق رکھتی ہے، حیثیت و مرتبہ رکھتی ہے۔ لازم ہے کہ لحاظ اس کی عزت کا، حیثیت کا، مرتبے کا رہے، وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ جیسے مرد کے حقوق عورت کے ذمے ہیں ویسے ہی عورت کے بھی مرد کے ذمے ہیں۔ اور کیوں نہ ہوتے جب خلقت دونوں کی ایک رکھی گئی اور خلقت کی یکسانی کا گواہ کوئی دوسرا نہیں خود خالق کائنات ہے۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا۔ اللہ نے تمھاری بیویاں تمھیں میں سے پیدا کیں۔ تمھاری جنس سے ہے۔ اس کی فطرت تمھاری فطرت، اس کی خلقت تمھاری خلقت ہے۔ تمھیں اگر سیم و زر کی طلب ہے تو وہ بھی احتیاج مال سے بے نیاز نہیں رکھی گئی۔ تم اگر اپنی راحت و آسائش کے بھوکے ہو تو اس کا جسم بھی خستگی اور تھکن کے اثرات کو قبول کرنے والا بنایا گیا ہے۔ تمھیں اگر غصہ آتا ہے تو وہ بھی بے حس نہیں پیدا کی گئی ہے۔ تم اگر اپنی جان و عزت کے طالب ہو تو وہ بھی اپنی توہین و رسوائی سے خوشی نہیں حاصل کرتی۔ تم اگر حکومت چاہتے ہو تو وہ بھی غلامی کے لیے خلق نہیں ہوئی۔ "لوگو، اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت دنیا میں پھیلا دیے۔ اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے (النساء ۴: ۱)۔

الفاظ پر غور کرو، سارے انسانوں کی، مرد ہوں یا عورت، اصل ایک ہی ہے۔ ایک جوڑے سے مردوں اور عورتوں کی ساری نسلیں چلی ہیں۔ جذبات کی یکسانی کے اظہار کا اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ پھر حقوق پر صراحت سے ڈرایا ہے۔ اور حقوق قرابت کے لیے غایت اہتمام یہ ہے کہ ان کے ذکر کا عطف خود اپنے ذکر پر کیا ہے۔ اور ارشاد ہوتا ہے۔ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (روم ۳۰: ۲۱) تم ہی میں سے، تمھاری جنس سے، یہیں سے رد ہوا جاتا ہے ان مذاہب

باطلہ کا جنھوں نے مدت تک عورت کو بغیر روح کے مانا، ارشاد ہوتا ہے اور اسے بہ طور اپنے نشان قدرت کے پیش فرماتے ہیں کہ عورت تو تمھاری جنس کی چیز ہے۔ تم سے فروتر، پست تر، کوئی دوسری جنس نہیں۔ اس کی آفرینش سے یہ غرض نہیں کہ تم اسے باندی بنا کر رکھو، بلکہ وہ تو اس لیے ہے کہ: "لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً"۔ تم اس سے تسکین و راحت، سکون خاطر حاصل کرو۔ دونوں کے درمیان رشتہ اور تعلق آقائی اور کنیزی کا نہیں، محبت و الفت کا قائم کر دیا گیا ہے۔ الفاظ اس قدر صاف اور واضح ہیں کہ حاجت نہ کسی تشریح کی نہ حاشیہ آرائی کی، اصل مقصود زندگیوں کو محبت اور اخلاص سے شیریں بنا دینا ہے۔ اور جن لوگوں کی فطرت سلیم ہے وہاں بحمد اللہ یہی کیفیت پائی جاتی ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے پر فریفتہ رہتے ہیں۔ لیکن جہاں بدقسمتی سے مذاق فاسد ہو چکے ہیں وہاں کے لیے ارشاد ہوتا ہے: فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا- (النسا ٤: ١٩)- اگر تمھیں صورت، سیرت میں کوئی عیب بھی معلوم ہو تو تمھیں کیا خبر، کہ جو شے ناپسند ہو رہی ہو اللہ نے اس میں کوئی بڑی مصلحت، کوئی بڑی منفعت نہ رکھ دی ہو؟ آیت کے اس ٹکڑے کے مراقبہ کے بعد شوہر کے دل میں کچھ کشیدگی بیوی کی طرف سے باقی رہ سکتی ہے؟

حق افسری مرد کو یقیناً حاصل ہے اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ، مرد کی برتری بالکل مسلّم و برحق، وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ، لیکن جو افسر ہے وہ اپنے حق کا استعمال کیوں کر کرے؟ اس کا جواب بھی قرآن لانے والے کی زبان سے سنیے۔ ابو ہریرہؓ صحابی، معلم کائناتؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

نصیحت قبول کرو عورتوں کے باب میں نرمی کی، اس لیے کہ ان کی خلقت پسلی سے ہوئی ہے۔ اگر تم اس کو ہموار کرنے کی فکر میں لگے رہے تو اسے توڑ کر رہو گے اور اگر اس کے حال پر اسے رہنے دو گے تو کجی بدستور رہے گی، پس نصیحت قبول کرو عورتوں کے باب میں نرمی کی۔

خیال کر کے دیکھیے کہ عورت کے ساتھ بھلائی اور ملائمت کی تاکید کس درجہ ہے۔ حکم شروع بھی اسی سے ہوا اور ختم بھی اسی پر۔ درمیان میں ارشاد کی حکمت بیان ہوتی ہے۔ ٹیڑھی پسلی کو کوئی سیدھا کرنے کے درپے ہو جائے تو پسلی بھلا سیدھی ہو سکتی ہے؟ البتہ ٹوٹ کر رہ جائے گی۔ لیکن اگر کجی کی طرف سرے سے توجہ نہیں کی جائے گی تو خرابی جوں کی توں رہے گی۔ اس لیے ارشاد ہوتا ہے کہ اصلاح کی کوشش میں لگے رہو۔ لیکن ہمیشہ نرمی اور سہولت سے، محبت سے۔

آج عجمیت اور ہندویت کے اثر سے، فخر اس پر کیا جاتا ہے کہ ہم بیوی سے دبتے نہیں، دبا کر رکھتے ہیں، لیکن رسولؐ اسلام کو اس پر فخر نہ تھا۔ وہاں بیوی کی حیثیت، ماما اصیل کی، پیش خدمت کی، لونڈی باندی کی نہیں، اللہ کی بخشی ہوئی بہترین نعمت کی تھی۔ ابوامامہ صحابیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مومن کے لیے تقویٰ الٰہی کے بعد کوئی نعمت، نیک

سیرت بیوی سے بڑھ کر نہیں۔

مبارک ہیں وہ نعمت والے جو نعمت کی قدر پہچانیں۔ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ اس فانی اور ناپایدار دنیا کی نعمتوں میں کوئی نیک سیرت بیوی سے بڑھ کر نہیں۔عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا چند روزہ ہے ------ لیکن اس چند روزہ عیش دنیا میں کوئی شے نیک سیرت بیوی سے بڑھ کر نہیں۔

رسولؐ کو رسولؐ ماننے والے سبق لیں، حیات طیبہ کے ان دو اہم ترین واقعات سے۔حضورؐ پر جب اول وحی نازل ہوئی تو قلب مبارک پر اس وقت قدرتی بے چینی تھی، اس وقت ذات مبارک کو تسکین دینے والی اور رسالت پر سب سے پہلی ایمان لانے والی ہستی، کسی دوست و عزیز کی نہیں، ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ کی تھی۔اسی طرح جب روح مبارک کسی کے دیدار کے لیے بے چین، اس جسد ظاہری سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو رہی تھی تو عین اس وقت سر مبارک کس کے زانو پر تھا؟ رفیقوں، عزیزوں میں سے کسی مرد کے نہیں، ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے۔یہ ہے اسلام میں بیوی کا مقام!

سسرال میں بیوی جو کچھ کھاتی ہے اپنے حق سے، جو کچھ پاتی ہے اپنے حق سے۔بھک منگی نہیں کہ خیرات سمجھ کر ترس کھا کر، دو چار پیسے اس کے آگے ڈال دیے، سائل گداگر نہیں کہ رات کی باسی روٹی کے ٹکڑے اس کے دامن میں پھینک دیے۔علم و حکمت کی اسی کان میں جس کا نام حدیث نبویؐ ہے، ایک روایت حکیمؓ بن معاویہ کے حوالے سے آئی ہے کہ ایک شخص نے خدمت نبویؐ میں آکر عرض کی کہ شوہر پر بیوی کا کیا حق ہے؟ فرمایا کہ شوہر جب خود کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے۔اس کے بعد یہ الفاظ آئے ہیں: اس میں عیب نہ نکالے (یعنی صورت سیرت کی ہجو نہ کرے) اور نہ یہ کہ اسے چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے، رکھے بہر حال اسے اسی مکان میں (ابن ماجہ)

ایک دوسری طویل حدیث کے آخر میں سے اس سے زیادہ تاکید تصریح کے ساتھ آتی ہے۔ خبردار رہو کہ بیویوں کا حق یہ ہے (لفظ ""حق"" یاد رہے۔کوئی رعایت اور احسان نہیں) کہ کھانے اور لباس میں ان کے ساتھ بہتر سے بہتر طریقہ برتو۔(ترمذی۔ابن ماجہ)

بیوی اپنے شوہر کے گھر میں حاکم و مختار ہوتی ہے۔امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب کا مستقل عنوان یہی رکھا ہے۔المراۃ راعیۃ بیت زوجھا۔اور اس کے تحت جو حدیث درج ہے خود اس میں یہ الفاظ موجود ہیں: المراۃ راعیۃ علی بیت زوجھا۔عورت حاکم ہے اپنے شوہر کے گھر پر۔یہ شاعری نہیں حقائق ہیں۔انشا پردازی نہیں، خدا اور رسولؐ کے احکام ہیں۔